مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی

اطمینانِ قلب وروح کا ایک ہی نسخۂ اکسیر

عصر حاضر کو تحقیق وترقی اور تہذیب وتمدن کا دور کہا جاتا ہے، نت نئی ایجادات واکتشافات نے آج کے انسان کے حوصلے بہت بلند کر دیئے ہیں، اور وہ زمین کی پہنائیوں اور سمندر کی گہرائیوں کو ناپنے کے بعد آفتاب وماہتاب پر کمندیں ڈالنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، علم وفن کے ذریعہ دھات کے بے جان پرزوں سے انسانی دماغ کا کام لیا جارہا ہے، مہینوں کی مسافت کو گھنٹوں میں طے کر لینا ایک معمولی بات ہے، ابلاغ وارسال کے ایسے کامیاب ذرائع مہیا کرلیے گئے ہیں کہ چند لمحوں میں اپنی بات پوری دنیا میں پھیلائی جاسکتی ہے، آرام وآسائش اور تزئین وآرائش کے ایسے ایسے سامان تیار ہوگئے ہیں کہ ایک صدی پہلے کا انسان ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، اور اب تو تمدن کا معیار اس قدر بلند ہوگیا ہے کہ آسمان سے باتیں کرتی عمارتیں اور ہواؤں کا پرکترتی مرسڈیز کاریں اپنا عروج اور وقار کھوتی جارہی ہیں ماکولات وملبوسات کی اتنی قسمیں بنالی گئی ہیں کہ انہیں شمار میں لانا بھی مشکل ہے، غرضیکہ آرام وراحت اطمینان وسکون تہذیب وتزئین اور زیبائش وآرائش کے اسباب کی اس درجہ فراوانی اور کثرت کہ آج کے کوردہ اور پسماندہ دیہات بھی پہلے کے قصبات اور شہروں سے کہیں زیادہ پُرتکلف اور بارونق نظر آتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس مادی عروج وترقی، ظاہری چمک دمک اور سامانِ راحت کی اس کثرت سے انسان کو چین وسکون اور امن واطمینان حاصل ہوگیا ہے؟ قلب کو تسکین اور روح کو آسودگی مل گئی ہے؟ اور کیا واقعی تہذیب وتمدن کے ان پُرشور نعروں کی بدولت آج کا انسان پہلے سے زیادہ شائستہ اور مہذب ہوگیا ہے؟ اگر آج کی متمدن اور ترقی یافتہ دنیا کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو ان سارے سوالوں کا جواب آپ کو مایوس کن نفی میں ملے گا، اور مشاہدہ وتجربہ گواہ ہیں کہ آرام وراحت کے یہ اسباب جس قدر بڑھتے جارہے ہیں، قلب کے اضطراب اور روح کی بےچینی میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جارہا ہے اور فریب تمدن کے دام صدرنگ میں گرفتار انسانیت تڑپ رہی ہے اور تلاشِ سکون میں دردر کی ٹھوکریں کھارہی ہے، مگر یہ متاع گمشدہ کہیں سے ہاتھ نہیں لگ رہی ہے، عدل وامانت، صبر وقناعت، عفت وحیا، صدق وصفا، اخلاص ومحبت، شرافت ومروت، لحاظ وپاسداری، سیرچشمی وخودداری وغیرہ اعلیٰ قدریں جن سے انسانیت عبارت تھی۔ ایک ایک کرکے رخصت ہوگئی ہیں اور انسان اندر سے بالکل بے مایہ اور کھوکھلا ہوکر رہ گیا ہے۔

علم وفن تحقیق وجستجو اور عروج وترقی کے اس دور میں آخر انسانیت کیوں تباہ ہو رہی ہے۔ اس کی خلش روز بروز کیوں بڑھتی جارہی ہے اور اس کے اضطراب وانتشار میں آئے دن کیوں اضافہ ہوتا جارہا ہے، اگر حقیقتہً ہمیں سچے سکون کی طلب ہے اور ہم روح کی آسودگی اور قلب کے چین کے متلاشی ہیں تو ہمیں ان اسباب وعوامل کی کھوج لگانی چاہیئے ۔جن کے ذریعہ یہ جنس گرانمایہ حاصل کی جاسکتی ہے، ہم نے ایک طویل عرصہ تک دھات وبھاپ پر محنت کرکے دیکھ لیا، زمین کے پوشیدہ خزانوں کی تحقیق کرڈالی، آفتاب کی کرنوں اور بجلی کی لہروں کو بھی آزما چکے ہیں۔ ان سب کے دامن اس گوہر نایاب سے خالی ہیں، ہم نے استعماریت واشتراکیت کا بھی تجربہ کرلیا ہے مگر ان آستانوں سے بھی یہ متاع عزیز ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی۔

مگر ان مسلسل محرومیوں اور تجربات کی پیہم ناکامیوں سے مایوس ہوکر ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہمیں ابھی ایک تجربہ اور کرنا چاہیئے، حاضر کے ان پُرفریب وپُرشور نعروں کے درمیان حق وصداقت کی ایک مدہم سی آواز بھی سُنائی دے رہی ہے، آیئے کان لگاکر سنیں ممکن ہے روح کو تسکین اور قلب کو آرام کا سامان یہیں فراہم ہوجائے، قرآن حکیم بھٹکی ہوئی انسانیت کو دعوت دے رہا ہے کہ اے گم کردہ راہ انسانوں دنیا کے ان گورکھ دھندوں میں پھنس کر اپنے آپ کو ضائع مت کرو اگر تمھیں سکون قلب کی تلاش ہے تو آؤ میرے پاس آؤ تمھارے گوہر مقصود کا پتہ میں اور صرف میں ہی بتا سکتا ہوں کیونکہ اس بیش بہا امانت کا امین ومحافظ میں ہی ہوں۔ کان کھول کر غور سے سن لو "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے قلوب چین پائیں گے، یعنی دولت وحکومت منصب وجاگیر، مادی ایجادات واکتشافات، ظاہری عروج وترقی، اسباب راحت کی فراوانی، ان میں سے کوئی چیز بھی انسان کو حقیقی سکون واطمینان سے ہم آغوش نہیں کرسکتی، صرف یادالٰہی اور ذکر اللہ کا نور ہی دلوں سے ہر طرح کی دہشت، گھبراہٹ اور اضطراب وانتشار کو دور کرسکتا ہے۔

یہ اس کتاب مقدس کا اعلان ہے جس کی صداقت اور سچائی کو چودہ سو سال کی طویل مدت گذر جانے کے باوجود آج تک چیلنج نہیں کیا جاسکا ہے، ابتدائے نزول سے آج تک اس کا ہر اعلان اور ہر پیشین گوئی حرف بحرف درست ہوتی رہی ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ ایک بار صدق دلی سے اس کا بھی تجربہ کرلیا جائے۔